عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

غزالی

ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ / مئی 2006ء

Reg No: P 476

جلد چهارم

شمارہ: ۹

فہرست

فی شمارہ : -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک : -/180 روپے

خط و کتابت کا پتہ : مدیر ماہنامہ غزالی

مکان نمبر: P-12 یونیورسٹی کیمپس، پشاور

ای میل:>>> mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

اصلاحی بیان

(حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ)

سوال ۱: عیسائیت اور اسلام سائنس کے خلاف نہیں؟

سوال ۲: ستتہ ایام ۶ دن سے کیا مُراد ہے؟

جواب: جو عیسائیت یورپ میں عیسائیت کے نام سے جاری ہے۔ وہ حقیقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں۔ سینٹ پال کی سالوسیت ہے۔ جو موجودہ عیسائیت ہے یہ سینٹ پال کی ہے جو یہودی تھا۔ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ عیسائیت سائنس کی مخالف تھی۔ جس کی بناء پر Reniance (نشاۃِ ثانیہ) کے دور میں سائنس دانوں پر ظلم کئے گئے۔ ان کے عقائد کو چرچ کے خلاف سمجھا گیا۔ جب سائنسدان قوت میں آگئے تو چرچ میں تبدیلی کی کوشش کی۔ جو Reformation (تشکیلِ نو) کے نام سے موسوم ہے۔ اس لحاظ سے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر عیسائیت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس میں سائنس کی اجازت تھی تو اَناجیلِ اربعہ میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا، جس میں یہ پایا جائے کہ اس میں تسخیرِ کائنات کا تذکرہ ہے۔ جس وقت آپ یہ ثابت کرنا چاہیں تو آپ عیسائیت سے ایسی چیز کو ثابت کریں گے جو عیسائیت کے خلاف ہو۔ اور اگر مدعا یہ ہے کہ بائبل میں تخلیقِ آسمان اور زمین کے متعلق جو دعوے کئے گئے ہیں اور جو باتیں زیرِ بحث آئی ہیں وہ سائنس کے مطابق ہیں، تو آپ کی یہ باتیں سائنس پر پوری نہیں اُترتی ہیں۔ بلکہ اُس کے خلاف پڑتی ہیں۔ جس سے واضح طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ باتیں خالقِ کائنات کی نہیں ہیں بلکہ کسی ناقص علم والے انسان کی ہیں۔

اسلام پر ہم دو رُخوں سے بحث کریں گے۔ ہمارے ہاں ادیانِ سماوی اور آسمانی کتابوں کا موضوع ہدایت ہوتا ہے نہ کہ کائنات کی تخلیق کی سائنسی بحثیں۔ اشیاء کے جوڑ توڑ کے متعلق تفصیلات اور قطع برید (کاٹ چھانٹ) کے متعلق ہدایات ضمنی ہوتی ہیں۔ اگر قرآن کریم یا انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں تخلیق کے بارے میں کسی چیز کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ خالق کے ثبوت، ہدایت کے اثبات اور ہدایت کے متعلقات کے بارے میں شواہد اور دلائل کی حیثیت سے اور انسانوں کو کائنات کی طرف متوجہ کر کے خالقِ کائنات کی طرف خیال کو پھیرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ بنے ہوئے کو بتا کر بنانے والے پر استدلال کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات پر غور کر کے یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ ان آیات کا مقصد اثباتِ قیامت اور اثباتِ الٰہی ہے۔ اصلاً کائنات کی تخلیق اور اس کے تفصیلات کے بارے میں کتبِ سماوی کا جو

طرزِ عمل ہوتا ہے، وہ ہدایت یابی کے لئے ہوتا ہے نہ کہ دُنیائی چیزوں سے اصلاً استفادہ کے لئے۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن کریم میں ہم کو تکوینیات (کائنات کی باتیں) کے جوڑ توڑ کے اسرار کو تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ یہ چیز ثانوی حیثیت میں ہے۔ ایک چیز یہ ہے کہ سائنس کی ایجادات کو کتبِ سماوی میں تلاش کیا جائے۔ کائنات کا مسخر کرنا، توڑنا اور جوڑنا، ایک چیز سے دوسری چیز کو بنانا سائنس کا دائرہ عمل ہے۔ اس کی اجازت قرآن کریم اور کتبِ سماوی نے دی ہے یا نہیں؟ تو ہم کُھل کر کہہ سکتے ہیں، عیسائیت، یہودیت، ہندوازم، مجوسیت، کنفیوشس اور سوشلزم کی تعلیمات کے برعکس اسلام نے سائنس کی ایجادات یا سائنس والی چیزوں پر کوئی داروگیر (پکڑ دھکڑ) نہیں کی۔ بلکہ حوصلہ افزائی کی ہے۔ قرآن کی متعدد آیات میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

سَخَّرَ لَکُمْ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض (لقمان: ۲۰)

ترجمہ: اللہ نے کام میں لگائے تمھارے جو کچھ ہے آسمان میں اور زمین میں۔ (تفسیرِ عثمانی)

تسخیرِ کائنات کو ہم دوسرا نام سائنس دے سکتے ہیں۔

اسلام بے خدا سائنس کا قائل نہیں بلکہ باخدا سائنس کا قائل ہے۔ اسلام کافر سائنس کو نہیں چاہتا، بلکہ مسلم سائنس کو چاہتا ہے۔ سائنس انکارِ خداوندی کا ذریعہ نہ بنے، بلکہ ہر ایجاد خدا کی معرفت کا ذریعہ ہو۔ اگر آپ سائنس کا تجزیہ کریں گے تو یہ بات معلوم ہوگی کہ سائنس کا اصل موضوع صفاتِ اشیاء کو جاننا ہے۔ مختلف اشیاء کے آپس کے جوڑ توڑ اور مختلف اشیاء کی صفات کے ملاپ سے نئی چیز کو وجود میں لانا یا پُرانی صفات کی حقیقت کو دریافت کرنا ہے۔ اگر تجربہ کریں گے تو کوئی نئی چیز وجود میں آئے گی۔ اسلام کے نزدیک جملہ اشیاء کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ اگر کسی چیز کی صفت کو جانتے ہیں، تو یہ علم آپ کا ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ عطائی ہے۔ ذرہ (Atom) کے جگر میں نظام شمسی کی طرح نظام (Orbit) کس نے بنایا، کیونکر بنایا۔ کُھلی بات ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صنعت گری ہے۔

صُنۡعَ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اَتۡقَنَ کُلَّ شَیۡءٍ ط (النمل: ۸۸)

ترجمہ: کاری گری اللہ کی جس نے سادھا ہے ہر چیز کو۔ (تفسیرِ عثمانی)

کاریگری ہے اس پرودگار کی جس نے ہر چیز کو کمالِ کاریگری کے ساتھ بنایا۔ ہر ایک چیز بلکہ ایک ایک بال تک خدا کی قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کے بال کالے ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد سفید ہوجاتے ہیں۔ یہ کیوں ہوتے ہیں؟ آپ اپنے دماغ پر غور کریں۔ ناک پر غور کریں۔ جسم کے کسی

حصہ کو دیکھیں اس کی باریکیوں پر نگاہ ڈالیں ۔ ہر عضو کا ایک کام نہیں ہے ۔ ایک کام تو خاص ہوتا ہے ۔ اس کے ساتھ ضمنی کام بھی ہوتے ہیں ۔ زبان بات کرتی ہے ۔ مزہ بھی چکھتی ہے ۔ انسان کے تصور کی قوت کو دیکھیں اور اس سے جسم پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں اُن کو دیکھیں ۔ محبت نفرت کیا ہے تصور ہی تو ہے ۔ یہ سب کاریگری ہے اُس کاریگر کی ۔

جب آپ سائنس کے تجربات میں مشغول ہوں ، تو ہر ایجاد خدا کی معرفت بڑھائے گی ۔ اور انسان بے اختیار پکار اُٹھے گا ۔

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن (المومنون:۱۴)

ترجمہ: سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو سب سے بہترین بنانے والا ہے ۔ (تفسیرِ عثمانی)

اسلام نے انسان کو سائنس سے روکا نہیں ، لیکن سائنس کا زیادہ زور آج کل تباہ کاری اور تعیش کے خاکوں پر صرف ہو رہا ہے ۔ انسان کی بُنیادی ضرورت پر کماحقہ نہیں خرچ ہو رہا ہے ۔ **Science for War**، **Science for Piece** (سائنس برائے جنگ ، سائنس برائے امن) کی بُنیادی ضروریات کو مہیا نہیں کر رہی ۔ اسلام ایک ایسا **Co-ordinating Factor** (ہم آہنگی لانے والا) ہے جو ہر چیز کو اعتدال پر لاتا ہے ۔ اسلام سائنس کی اجازت دیتا ہے حدود کے اندر ۔ حدود یہ ہیں کہ انسان کے فائدے کے لئے استعمال ہو اور خدا کی معرفت بڑھائے ۔ اسلام سورج چاند کو مسخر کرنے سے نہیں روکتا ۔

؎ سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مُجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردُوں

سائنس انسانی تجربات کا حاصل ہوتا ہے اور انسان کا علم کامل نہیں ۔ دُنیائی علم میں بھی بتدریج ترقی ہوتی ہے ۔ سائنس کے وہ اصول اور مبادیات جن کو ہم آج حق سمجھ رہے ہیں کل غلط ثابت ہو سکتے ہیں ۔ اگر ہم سائنسی علوم کو سماوی علوم کے تابع کر دیں جو حقیقت ہیں ، جبکہ سائنس ظن ہے تو اس ظن کو ہم حقیقت کے تابع کر رہے ہیں ۔ جن طبقات نے سائنسی علوم اور اکتشافات کو اصل قرار دیا اور خدائی علوم کو ان کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی تو ٹھوکر کھائی ۔ سرسید نے نیچر (**Nature**) کو اصل جانا اور دین کو نیچر بنانے کی کوشش کی ، تو اس نے جو نظریات پیش کیئے تھے وہ غلط ثابت ہوئے ۔ دین ایک اٹل حقیقت ہے جس میں تغیر و تبدل نہیں ۔ اور سائنس میں رات دن تغیرات آتے رہتے ہیں ۔ سائنس کی آج کی **Theory** (نظریہ) کل غلط ثابت ہو سکتی ہے ۔ دین خدا کی طرف سے آتا ہے اس لئے اس میں

تبدّ ل نہیں آ تا۔ جو طبقات سائنس کو اصل سمجھ کر اس کے مطابق دین کی تاویل کرتے ہیں، وہ حقیقت میں دین کی تحریف کر رہے ہیں۔ ان کی نتائجِ فکر زیادہ سے زیادہ اس زمانے کے کچھ لوگوں کو متاثر کریں گے۔ خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۴۴ء میں Atomic Age (ایٹمی دور) شروع ہوتا ہے۔ اور ۱۹۵۸ء میں Space Age (خلائی دور) شروع ہوتا ہے۔ اور ۱۹۷۰ء تک Moon Age (قمری دور) شروع ہو جاتا ہے۔ اگر ہم دین کو ان سائنسی انکشافات کے تابع کریں گے تو دین کھلونا بن جائے گا۔ دین ایک اٹل حقیقت ہے اور سائنس ایک ادلتا بدلتا مجموعہ ہے۔ آج سے 80 سال پہلے سرسید اور ان کے رفقاء نے ہندوستان میں اور طنطاوی نے مصر میں نیچر جس سے مُراد سائنس کے اصول و مبادیات تھے، کو اصل قرار دیا اور اس زمانہ کی جتنی سائنس ان کے علم میں تھی اس کے مطابق قرآن و سنت کو پرکھا۔ جو چیز موافق تھی اس کے قائل ہوئے اور جو مخالف تھی اس کا انکار کیا۔ سرسید کی پوری تفسیر اور عنایت اللہ خان مشرقی کا تذکرہ ان غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ غلام جیلانی برق کی کتابیں ''دو قرآن'' اور ''دو اسلام'' ان کی خوشہ چینی ہے۔ یہ وہ غلطی ہے جس کی بناء پر انسان دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔ عنایت اللہ خان مشرقی نے کچھ طنطاوی سے لیا ہے اور کچھ سرسید سے۔ اور برق کی تو علمیت ہی نہیں تھی۔ اس بنا پر ہم یوں کہیں گے کہ سائنسی علوم کا دائرہ علیحٰدہ رکھیے اور اس پر دین کے اصول و مبادی کو نہ پرکھیں۔ اس کا الگ میدان ہے اور دین کا الگ میدان ہے۔ اگر کوئی شخص کھانا پکانا چاہتا ہے تو اس کے الگ اصول ہیں اور لوہے سے چیزوں کے بنانے کے الگ اصول ہیں۔ انسان کے علوم کا دائرہ الگ ہے اور خالق کے علوم کا دائرہ الگ ہے۔ خالق اور مخلوق کے علوم برابر نہیں ہوسکتے۔ سائنس کے جملہ علوم فطرتِ انسانی میں ودیعت کئے گئے ہیں اور وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔ قرآن کریم نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اشارہ کیا ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (البقرہ:۳۱)

ترجمہ: اور سکھلا دئے اللہ نے آدمؑ کو نام سب چیزوں کے۔ (تفسیرِ عثمانی)

تمام چیزوں کے خواص اور علوم آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھائے اور ان علوم کو فطرتِ انسانی کے اندر رکھا۔ جو بھی اس پر محنت کرے گا اللہ تعالیٰ ان کے لئے راستے کھولیں گے۔ آپ اگر History of inventions کتاب کو پڑھیں تو آپ کو یہ پتہ چلے گا کہ ابتدائی طور پر معمولی تجربوں سے یہ چیزیں حاصل ہوگئی تھیں۔ پیالی کیسے بنی؟ گیلی مٹی کو زمین پر پھینکا، اس میں گڑھا سا بن گیا، وہ سوکھ

گیا پھر اس میں پانی ڈالا اور پانی اس میں کھڑا ہو گیا۔ قرآن نے ہابیل اور قابیل کے قصہ میں مثال دی ہے کہ انسان کو تو یہ پتہ بھی نہیں تھا کہ لاش کو کیسے دفن کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے، ایک کوے نے دوسرے کو مارا پھر چونچ اور پنجوں سے زمین کھودی اور اس میں مردہ کوّے کی لاش کو دفن کیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یہ علم فطرتِ انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اور جو علمِ ہدایت ہے وہ اللہ تعالیٰ سے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے آتا ہے جو حقیقی ہے۔ قرآن کی سب سے پہلی وحی جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی وہ بھی علم کی اہمیت کے متعلق ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ o (علق: ۱ تا ۵)

ترجمہ: پڑھ اپنے ربّ کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے۔ بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے۔ پڑھ اور تیرا ربّ بڑا اکریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ جو فطرتِ انسان میں ودیعت نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اوپر سے آیا تھا۔ انسانی علوم جس کا تعلق مادہ کے ساتھ ہوگا وہ تجربہ کی بنیاد پر حاصل ہوں گے۔ انسان کا جسم مادی ہے اور یہ علوم بھی مادی ہیں۔ روح اوپر سے آئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ روح کی پرورش اور تربیت کے علوم بھی اوپر سے آئیں گے۔

اسلام سائنس کا قطعاً منکر نہیں ہے بلکہ اسلام سائنس کو صحیح راہ پر لگاتا ہے۔ آپ نے پوچھا ستۃ ایام سے کیا مُراد ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ زمین و آسمان بنے ہی نہیں تھے۔ چاند کا دن اور ہوگا، مریخ کا دن اور ہوگا۔ اس نظام شمسی کے دائرہ سے نکلے تو وہاں دن اور ہوگا۔ بعض Galaxies (کہکشاں) ایسی ہیں جن کی روشنی زمین تک لاکھوں نوری سال میں پہنچتی ہے۔ ان کے دن کس رُخ سے ہوں گے؟ ستۃ ایام سے مُراد دو باتیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو یہ چھ دن اس عالم کے حساب سے ہیں یا اس تخلیق کو چھ مراحل میں مکمل کیا اور چھ مراحل کی حکمت اللہ تعالیٰ خود جانے۔ اس سے مُراد ہم ڈارون کے نظریات نہیں لیں گے۔ ڈارون نے جو Ages مقرر کی ہیں۔ اس سے یہ مُراد نہیں کہ اللہ نے بھی ایسا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو دمِ واحد میں بنا سکتا ہے۔ یہودیوں کے نظریہ کے مطابق یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں بنایا پھر (نعوذ باللہ) تھک گیا دو دن آرام کیا۔ ہمارے خدا کو تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی ہے۔ سائنس کا حقیقی موضوع اسلام سے باہر نہیں ہوگا۔ ہمارا علم وہاں تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ لوگوں میں

مشہور ہے کہ مچھلی پانی میں تھی، مچھلی کے اوپر ایک بیل تھا، اس کے باریک باریک سینگ تھے جس کے اوپر اس بیل نے زمین کو اُٹھایا۔ جب وہ تھک جاتا ہے تو زمین کو دوسرے سینگ پر اُٹھا لیتا ہے جس سے زلزلہ آ جاتا ہے۔ یہ نظریہ ہندوؤں کی کتاب رِگ وَید کا عطر (اشلوک) ہے۔ بعض غیر محتاط مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلا آسمان جالی کا ہے اور دریا ہے جس سے بارش ہوتی ہے حالانکہ قرآن صراحتاً اس کے خلاف ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہم نے ہواؤں کو بھیجا جو پانی سے لدی ہوتی ہے جس سے بارش برس جاتی ہے۔ نبی اُمّی ﷺ کی زبان سے یہ بول نکلے، سورج موجود ہے چاند موجود ہے۔ بعض سائنسدان کہتے ہیں کہ آسمان کا وجود ہی نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نیلی چھت آسمان نہیں۔

؎ ایک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں بے حجابی نے تری توڑا نگاہوں کا طلسم
ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

قرآن کے نزدیک جتنی بھی کہکشائیں ہیں۔ ایک ایک کہکشاں میں ہزاروں نظامِ شمسی ہیں۔ یہ سب کے سب ستارے کہلائیں گے۔

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ o (الصّٰفّت:٦)

ترجمہ: ہم نے زینت دی آسمانِ دنیا کو ایک رونق جو تارے ہیں۔ (تفسیرِ عثمانی)

زینت سے مُراد یہ نہیں جیسے عورتوں کے دوپٹے پر سلے ہوئے ستارے ہیں بلکہ ان کے بارے میں وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ o آیا ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی فضاء بسیط میں تیرتے اور دوڑتے جا رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ زمین بھی حرکت کر رہی ہے، سورج بھی، چاند بھی۔ یہ سب اپنے اپنے مستقر کی طرف دوڑ رہے ہیں جو خدا کو معلوم ہے۔ فٹ بال پر 10 چیونٹیاں ہوں تو چیونٹیوں کو اپنی حرکت کا پتہ نہیں ہوگا۔ ابھی سائنسدانوں کی آسمان پر رسائی نہیں ہے۔ قرآن میں ہے پہلے زمین بنائی گئی پھر آسمان بنایا گیا۔ جہاں کعبۃ اللہ ہے وہاں پانی کا بلبلہ پیدا ہوا، وہاں سے زمین پھیلائی گئی۔ بائبل کی کتابِ پیدائش کے شروع کی آیتوں میں بھی اسی طرح ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۱۴ سے آگے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے اور مجھے پانی پلا دیا۔ مجھے خیال ہوا کہ کہیں غفلت میں نہ کہہ رہے ہوں، اس لیے میں نے پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں، کہنے لگے اوپر نیچے اس طرح تھیں، ایک ہاتھ کو دوسرے کے اوپر کر کے بتایا۔ (جاری ہے)

ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم کی مجلس کی منظر کشی

(۵ صفر ۱۴۲۷ھ مارچ ۲۰۰۶ء بروز پیر)

(محمد الطاف حسین، لیکچرار معاشیات، اسلامیہ کالج پشاور)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: حضرت والا نے اس آیت کریمہ کی روشنی میں مجلس میں بیان فرمایا،: اَلشَّیطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْر: جس کی تصحیح محترم ڈاکٹر سیار صاحب سے کروائی اور مفہوم بمع ترجمہ بیان فرمایا (کیونکہ ڈاکٹر سیار صاحب حافظِ قرآن اور حافظِ موضح القرآن ہیں) کہ شیطان فقر، بھوک سے ڈراتا ہے یعنی جھوٹ نہیں بولو گے تو کاروبار میں، دکان پر نقصان ہو جائے گا۔ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تقویٰ والی زندگی اختیار کی تو تمھارا دنیا کا نقصان ہو گا پھر مختلف واقعات حضرت والا نے سنائے کہ میں ہاسٹل میں وارڈن بن کر آیا تو وہاں کا ہیڈ بیرا مختلف طریقوں سے طالبعلموں کے کھانے میں ہیر پھیر کرتا تھا باہر بازار سے چیزیں سرکاری پیسوں سے ایک قیمت پر خرید کر ہاسٹل میں مہنگا فروخت کرتا تھا۔ میں نے ان تمام کاروائیوں کا حال معلوم کیا اور بیرا پر پابندی لگادی تو وہ میرا سخت مخالف ہوا اور میرے خلاف اور ہاسٹلوں کے بیروں کو بھی جمع کیا اور میرے خلاف اوپر شکایت کر دی خیر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

دوسرا ہیڈ بیرا آگیا تو میں نے کہا کہ اگر آپ ان سب چیزوں کو درست کر دیں اللہ کے حکم کے مطابق تو لوگ تمھیں پقیرہ پقیرہ (فقیرہ) نہیں بلکہ فقیر صاحب پکاریں گے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ بس ایسے ہی میری زبان سے یہ بات نکل گئی فقیر لالا نے بھی اس وقت فیصلہ کیا اور کہا کہ بس ٹھیک ہے جیسے آپ چاہیں گے ویسے ہی کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے پیسوں سے جو سلاد وغیرہ کاٹ کر رکھتے تھے اس کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھتے تھے کہ یہ جائز ہے کہ نہیں، میں نے کہا کہ اس پر آپ کا وقت لگتا ہے پیسہ لگتا ہے لہذا اس سے کمانا جائز ہے خیر ایک دن ہاسٹل کے لڑکوں نے کہا کہ یہ تو بڑے عمر کا آدمی ہے فقیرہ فقیرہ نہیں پکارنا چاہیے بلکہ اس کو فقیر صاحب یا فقیر لالا پکارنا چاہیے پھر آخر تک عزت کے ساتھ رہے اور ریٹائر ہو گئے ایک دن میرے پاس آئے کہ یہاں دھوبی (ڈرائی کلینر) کی دوکان خالی ہے مجھے کرایہ پر دے دو، میں کچھ حلال روزی کماؤں گا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا مشکل ہے جگہ اس کو دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ برکت فرمائی کہ سبحان اللہ! خوب خوش حالی عطا فرمائی۔ ایسے ہی ایک روز سڑک پر مجھ سے ملے میں نے کہا: فقیر لالا حج تہ نہ زے؟ (فقیر لالا حج پر نہیں جاتے ہو؟) اس نے کہا: ولے نہ زم (کیوں نہیں جاتا): دوسرے دن کیا دیکھتا ہوں کہ حج کا فارم لیکر دفتر آگئے کہ اس پر ڈاکٹری کی دستخط تم ہی کر دو۔ فارم داخل کر دیے، منظوری آگئی اور فقیر لالا حج کو چلا گیا۔ تھوڑی سی مشکلات والی زندگی کے بعد اللہ تعالی نے اس کو ایسی سکون والی زندگی عطا فرمادی کہ وہ آخر تک خوشحال اور آسودہ رہے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں دوستوں کی تربیت کے لئے اپنے ساتھیوں کو مشکل میں ڈالتا ہوں یعنی سفارش

سے یا پیسے دینے سے اگر جائز کام کے نکالنے کے لئے ہو جس سے کام نکل سکتا ہو۔ آپ لوگوں کا کام تھوڑی دیر میں ہو جائے گا سفارش سے، لیکن آپ حق اور صحیح ترتیب اختیار کریں۔ یہ بڑا مجاہدہ اور تربیت ہے اور انتہائی اجر و ثواب کا کام ہے اور ایسے ہی مجاہدات سے گزر کر ہی آدمی کندن بنتا ہے۔ یہاں حضرت والا نے حسن نامی ایک مرید سے سوال کیا کہ کندن کسے کہتے ہیں تو اس نے کہا کہ اگر چیز کو آگ میں تپایا جائے تو کندن بنتا ہے پھر حضرت والا نے مڑ کر مجھ (الطاف) سے پوچھا کہ الطاف صاحب کندن کسے کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کسی چیز کو آگ میں ڈال کر جب اس کی گندگی صاف کرتے ہیں تو پھر چمک جاتا ہے تو اسے کندن کہتے ہیں تو حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں صرف تپانا نہیں ہوتا بلکہ جب اسکی ناپاکی اور گندگی کو دور کیا جاتا ہے تب وہ کندن بنتا ہے۔ تہجد، ذکر واذکار اپنی جگہ پر لیکن ایسے امتحانات (مجاہدات) پر ثواب اور تربیت بہت زیادہ ہے اور اسی سے آدمی کندن بنتا ہے، شخصیت بنتی ہے۔ پھر حضرت والا نے حضرت حبیب عجمیؒ کے توبہ تائب ہونے کا واقعہ بھی سنایا کہ آپؒ بغداد میں سود کا کاروبار کرتے تھے اور جب راستے پر جاتے تو لڑکے ایک دوسرے کو کہتے کہ ہٹو حبیب سود خور آرہا ہے کہیں اِس کی گرد ہم پر نہ پڑ جائے لیکن جب توبہ تائب ہوئے اور حضرت حسن بصریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور واپس آنے لگے تو راستے میں لڑکے کھیل رہے تھے تو لڑکوں نے کہا کہ صبر کرو حبیب تائب ہوکر آرہا ہے کہیں ہماری گرد اُن پر نہ پڑ جائے اُن کو تکلیف ہوگی۔ بڑے مجاہدے والی زندگی گزاری۔ دریائے دجلہ کے کنارے اپنے لیے ایک جھونپڑا بنایا، اس میں رہتے تھے اور یہی ان کا عبادت خانہ تھا۔ ایک دن حسن بصریؒ حکومت کے سپاہیوں سے چھپتے چھپاتے آپؒ کے عبادت خانے میں تشریف لائے پیادے پہنچ گئے تو حضرت حبیب عجمیؒ سے پوچھا کہ حسن بصریؒ کو دیکھا ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ اندر گئے ہیں پیادوں نے تلاشی لی لیکن کچھ نظر نہیں آیا پیادوں نے آپؒ سے کہا کہ ہم سے مذاق کرتے ہو اور برا بھلا کہہ کر چلے گئے تو حضرت حسن بصریؒ باہر تشریف لائے اور حضرت حبیب عجمیؒ پر ناراض ہو رہے کہ استادی شاگردی کا خیال بھی نہیں کیا کہ ایسے حالات میں تو شرعاً صاف نہ بتانا بھی جائز تھا اور آپؒ نے صاف صاف بتا دیا کہ وہ اندر چلا گیا ہے تو حضرت حبیب عجمیؒ نے فرمایا کہ میری زبان جھوٹ پر چلتی ہی نہیں میں مجبور تھا پھر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ کیا میں ان کو نظر نہیں آرہا تھا حالانکہ میں اندر ہی تھا تو حبیب عجمیؒ نے فرمایا کہ میں نے فلاں سورت سات مرتبہ پڑھ کر اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ میں حسن کو تیرے حوالے کرتا ہوں تو ہی اُن کی حفاظت فرما۔ ایسے حالات میں بھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ توریہ سے کام لیا۔ توریہ ایک قسم کا عمل ہے کہ آدمی ایسے انداز سے بات کرتا ہے کہ وہ جھوٹ بھی نہیں ہوتا لیکن دوسرا آدمی اس سے اور مطلب لیتا ہے۔ اکثر اللہ والوں کی اگر جان بھی خطرے میں ہو تب بھی جھوٹ نہیں بولتے، جبکہ ایک عام آدمی کو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تو نے دکان میں جھوٹ نہیں بولا تو تیرا سودا کیسے بکے گا۔

پیر کے دن کی مجلس مسجدِ نور، فیز ۳ حیات آباد کے جنوبی جانب دوسرے کمرے میں ہوتی ہے حضرت والا مغربی دیوار سے پشت لگا کر تکیے پر بیٹھتے ہیں۔مشرق کو منہ کر کے سارے ساتھی حضرت والا کے سامنے ہوتے ہیں۔کمرے کا دروازہ بھی حضرت والا کے سامنے ہوتا ہے۔مجلس جاری تھی کہ اسی دوران ایک لڑکا جو مہمان تھا بغیر اجازت کے محفل سے اٹھ کر دروازہ بند کرنے گیا۔شاید باہر شور تھا حضرت والا نے فرمایا یہ شیطان نے کروایا،آپ کو تو میری طرف ایسے متوجہ ہونا چاہیے تھا کہ اگر باہر بم بھی پھٹ جائے تو آپ کو پتہ نہ چلے۔پھر ان کو فرمایا کہ تم سادہ لوح بھی ہو۔ان سے سوال کیا کہ آپ مدرسہ میں پڑھتے ہیں تو اس پر ڈاکٹر لطیف صاحب نے جوان کے رشتہ دار تھے،کہا کہ یہ مولانا سیف الرحمٰن صاحب کا بیٹا ہے جو اس ڈاکٹر صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں اٹک میں۔اس پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میرا سوال کیا تھا اور آپ کا جواب کیا ہے؟ سوال میں نے ان سے کیا تھا اور جواب آپ دے رہے ہیں۔ ابھی آپ نے FCPS کا امتحان بھی پاس کرنا ہے اور سوال کو سمجھے ہی نہیں۔میرا سوال ہے کہ آپ مدرسے میں پڑھتے ہیں تو اس کا جواب تھا کہ ہاں پڑھتا ہوں یا نہیں۔سوال سے متعلق بالکل سیدھے یعنی To the point جواب دینا چاہیے۔یہ تو حضرت تھانویؒ کا سلسلہ ہے یہاں تو ہر چیز سونے کے ترازو میں تولی جاتی ہے۔ایک ایک بات کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کے سلسلے میں چلنے والے سالکین صحیح ہوش وحواس کے ساتھ اپنے سارے دینی اموراور دنیا کی ذمہ واریوں کو سنبھالتے ہوئے چلے ہیں۔کسی کے ہوش وحواس اُڑنے یا مجذوب و مجنون ہونے کا تذکرہ نہیں خواجہ مجذوب صاحب کا فقط تخلص مجذوب تھا ورنہ کامل ہوش و ہواس والے ڈپٹی کلکٹر اور انسپکٹر سکولز تھے۔ یہ ذکرواذکار ہوش بڑھانے کے لیے ہیں نہ کہ ہوش اُڑانے کے لئے۔حضرت مولانا صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہوش بڑھانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ ہوش اُڑانے کے لئے۔وہ شیخ ہی کیا کہ جس سے مرید مجذوب یا خراب ہو جائے،ہاں مرید اگر خودرائے ہو،اپنی مرضی پر چلتا ہو،وہ الگ بات ہے۔اس کے بعد معمول کے مطابق ڈاکٹر صاحب نے دعا فرمائی۔کمرے کے دروازے سے نکل کر مسجد میں داخل ہو کر جب حضرت والا باہر جانے لگے تو جوتا غائب تھا اب سارے ڈھونڈ رہے ہیں۔ڈاکٹر صاحب جب محفل کے لئے آرہے تھے تو جوتا کوئی دوست خدمت کے جذبے سے اٹھا کر مجلس والے کمرے میں رکھ چھوڑ گیا تھا محفل ختم ہونے کے بعد وہ شخص بھی غائب اور کسی دوسرے کو جوتوں کی اطلاع بھی نہیں کی۔اب سب پریشان مجھے (الطاف) بھی پتہ نہیں،کیوں کہ پیر والی مجلس کے لئے میں حضرت والا سے علیٰحدہ ڈاکٹر سیار صاحب کے ساتھ آتا جاتا ہوں۔خیر میں نے مسجد کے حال میں اور پھر مجلس والے کمرے میں واپس جا کر دیکھا تو وہاں ملے،ڈاکٹر صاحب خوش ہوئے۔باہر گاڑی کے پاس کھڑے ہو کر معمول کے مطابق دوستوں سے مصافحہ کیا۔گاڑی میں سوار ہونے سے پہلے ڈاکٹر صاحب چند دوستوں کے کسی مسئلے کے

بارے میں ایک محترم حکومتی افسر سے بات چیت کررہے تھےاور معلومات فراہم کررہے تھے۔دورانِ گفتگوفرمایا کہ ان کا تعلق وزیرستان سے ہے اس پر پھرڈاکٹر لطیف صاحب نے اس میں غیرضروری مداخلت کی، بغیر اجازت کے بات چیت میں حصہ لینا چاہا جوان سے متعلق تھی ہی نہیں اور ساتھ بات بھی غلط سمجھے، کہنے لگے کونسے وزیرزادے۔حضرت والا نے پھرغصہ کیا کہ پھرتو نے غلط بات کہہ دی۔میں نے وزیر کا کہا، یہ وزیر لوگ (قبیلہ) ہیں یعنی وزیرستان سے تعلق ہےاور آپ کہہ رہے ہیں کہ وزیرزادہ۔یہ زادہ آپ نے اپنی طرف سے ڈال دیا۔اسکے بعد حضرت والا نے مجھ سے مخاطب ہوکرہنس کرفرمایا کہ اس کوامتحان بھی توپاس کروانا ہے یہ اس لیے کررہاہوں کہ تربیت ہو۔خدا کی شان اسی دفعہ میجرلطیف صاحب ایف سی پی ایس کے بہت مشکل امتحان میں پاس ہوگئے۔

اسکے بعد معمول کا مصافحہ ہوااور ڈاکٹر صاحب گاڑی میں بیٹھ گئےاور واپس مدینہ مسجد تشریف لے گئے جہاں روزانہ معمول کے مطابق عشاء کی نماز کے بعد درسِ قرآن دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

(صفحہ ۲۸ سے آگے) سلسلہ کے حضرات کے لیے خصوصاً اور علاقے کے لیے عام طور پر اس کمپنی کا قیام نعمت کبریٰ ہے۔حج کی ادائیگی میں جومشکلات وتکالیف اور مناسک کی ادائیگی میں جوکوتاہیاں عمومی طور پر سامنے آتی ہیں جن کی وجہ سے اکثری حج ناقص رہ جاتے ہیں اور حجاج صاحبان بہت مشکلات برداشت کرتے ہیں۔کیونکہ تربیت کا مناسب انتظام نہیں ہوتا،اور عموماً لوگ غیرتربیت یافتہ ہوتے ہیں اور اپنی ترتیب پر چل رہے ہوتے ہیں۔ادارے کا مقصد حجاج کوآسانی سے بغیر تکلیف کے سہولت کے ساتھ اور عین آداب ومستحبات کی بجا آوری سے احکام حج ادا کرانا ہے۔تاکہ حجاجِ کرام حج کے یہ چالیس دن ایک مکمل تربیتی کورس کی صورت میں گزار کر زندگیوں میں مکمل تبدیلی لیکر واپس لوٹیں۔جن کی صورت وسیرت دیکھ کر یہ گمان ہو کہ حقیقتاً حج ادا کرکے آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ادارے کی ان کوششوں اور مساعی کوقبول فرمائے اور ہمیں اخلاص کے ساتھ اس خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆☆☆☆

حالتِ نزع (دوسری قسط)

(ڈاکٹر فہیم شاہ، ڈسٹرکٹ سپیشلسٹ، کوہاٹ)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت مَلَکُ الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں، اس وقت آدمی کا لوگوں کا پہچاننا موقوف ہو جاتا ہے۔ اگر اس وقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو تکلیف کی شدت سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس وقت سانس حلق میں ہوتا ہے اس وقت شیطان اس کے گمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔ ایک روایات میں ہے کہ ملک الموت نمازوں کے وقت میں آدمیوں کی جستجو کرتے ہیں، خبر رکھتے ہیں، اگر کسی کو نماز کے اوقات کا اہتمام رکھنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت اس کو خود ہی کلمہ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اس کے پاس سے ہٹاتے ہیں۔

حضرت معاذؓ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا تو فرمایا؛ یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں دنیا میں زیادہ دن رہنا چاہتا تھا مگر نہ اس وجہ سے کہ مجھے دنیا سے زیادہ محبت تھی، نہ اس وجہ سے کہ یہاں باغ اور نہریں لگاؤں، بلکہ اس وجہ سے چاہتا تھا کہ گرمیوں کی دوپہر میں روزہ کی پیاس کا لطف اُٹھاؤں اور (دین کے لیے) مشقت میں اوقات گزاروں اور تیرے ذکر کے حلقوں میں شریک ہوا کروں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے۔ کسی نے کہا رونے کی کیا بات ہے، تم جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ تم سے راضی تھے۔ فرمانے لگے کہ میں نہ موت کے ڈر سے رو رہا ہوں، نہ دنیا کے چھوٹنے سے، بلکہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دنیا سے انتفاع (نفع حاصل کرنا) ہمارا صرف اتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ۔ میں اس عہد کو پورا نہ کر سکا۔ لیکن وصال پر ان کے گھر کا سامان دیکھا گیا تو وہ دس درہم سے کچھ زائد تھا۔ یہ تھی وہ کُل کائنات جس کی زیادتی پر رو رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے تھوڑا سا مُشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ اس کو بھگو کر میرے بسترہ پر چھڑک دو، میرے پاس ایسی جماعت آ رہی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے انتقال کا وقت قریب تھا، مسلمہ نے کہا، آپ نے جو کفن کے لیے دام دیئے ہیں ان کا بہت معمولی کپڑا آیا ہے۔ اس پر کچھ اضافہ کی اجازت فرما دیں۔ ارشاد فرمایا کہ وہ میرے پاس لاؤ۔ تھوڑی دیر اس کپڑے کو دیکھا پھر فرمایا، کہ میرا ربّ مجھ سے راضی ہے تب تو اس سے بہتر کفن مجھے مل جائیگا، اور اگر میرا ربّ مجھ سے ناراض ہے تو جو کفن بھی ہو گا وہ زور سے ہٹا دیا جائیگا، اس کے بدلے جہنم

کی آگ کا کفن ہوگا۔اس کے بعد فرمایا مجھے بٹھاؤ، بیٹھ کر فرمایا، اللہ تو نے مجھے (جن چیزوں کے کرنے کا) حکم دیا، مجھ سے تعمیل نہ ہوسکی۔تو نے (جن چیزوں کو) منع فرمایا مجھ سے ان میں نافرمانی ہوئی لیکن **لا الہ الا اللہ**،اس کے بعد انتقال فرمایا۔اس دوران میں یہ بھی فرمایا کہ میں ایک جماعت کو دیکھ رہا ہوں نہ تو وہ آدمی ہیں نہ جن ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ انتقال کے قریب سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا اور فرمایا یہاں کوئی نہ رہے۔سب باہر چلے گئے اور درزوں میں سے دیکھنے لگے۔تو وہ فرما رہے تھے بہت مبارک ہے ایسے لوگوں کی آمد جو نہ انسان ہیں نہ جن۔اس کے بعد سورۃ قصص کے آخری رکوع کی یہ آیت شریفہ پڑھی؛

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ.

ترجمہ: یہ آخرت کا گھر پچھلا ہے ہم دینگے وہ ان لوگوں کو جو نہیں چاہتے اپنی بڑائی ملک میں اور نہ بگاڑ ڈالنا اور عاقبت بھلی ہے ڈرنے والوں کی۔

حسن بن حیؒ کہتے ہیں کہ میرے بھائی علیؒ کا جس رات میں انتقال ہوا۔انہوں نے مجھے آواز دے کر پانی مانگا۔میری نماز کی نیت بندھ رہی تھی، میں سلام پھیر کر پانی لے کر گیا۔وہ فرمانے لگے کہ میں تو پی چکا۔میں نے کہا،ہ کہاں سے پی لیا،گھر میں تو میرے اور آپ کے سوا کوئی اور ہے نہیں۔کہنے لگے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ابھی پانی لائے تھے وہ مجھے پانی پلا گئے اور یہ فرما گئے کہ تو اور تیرا بھائی ان لوگوں میں ہیں جن پر حق تعالیٰ شانہٗ نے انعام فرما رکھا ہے۔(یہ سورۃ نساء کی ایک آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے)۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ط

ترجمہ: اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔

حضرت عبداللہ بن موسیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن صالحؒ کا انتقال ہوا۔میں سفر میں گیا ہوا تھا۔جب میں سفر سے واپس آیا تو ان کے بھائی حضرت علی بن صالحؒ کے پاس تعزیت کے لیے گیا۔مجھے وہاں جا کر رونا آ گیا۔وہ کہنے لگے کہ رونے سے پہلے ان کے انتقال کی کیفیت سنو، کیسے لطف کی ہے۔جب ان پر نزع کی تکلیف شروع ہوئی تو مجھ سے پانی مانگا۔میں پانی لے کر گیا۔کہنے لگے میں نے پی لیا۔میں نے پوچھا کس نے پلایا، کہنے لگے،

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کے والدِ ماجد حضرت مولانا محمد زکریا بنوریؒ کی وفات پر حضرت مولانا اشرف سلیمانیؒ کا مکتوب

(انتخاب انجینئر ثاقب علی خان)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بانی جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے والد ماجد حضرت مولانا محمد زکریا بنوریؒ کی وفات جون ۱۹۷۵ء کو ہوئی۔ حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ کا حضرت مولانا یوسف بنوریؒ سے خاص تعلق تھا۔ حضرت مولانا اشرفؒ نے اس موقع پر مولانا بنوریؒ کو ایک تعزیتی خط لکھا جو حضرت یوسف بنوریؒ نے ماہنامہ بینات کراچی رجب ۱۳۹۵ء (اگست ۱۹۷۵ء) کے شمارہ میں شائع فرمایا۔ قارئین ماہنامہ غزالی میں سے اکثر کا بیعتِ سلوک کا تعلق بواسطہ حضرت مولانا محمد اشرفؒ سے ہے۔ قارئین کے افادہ کے لیے اس خط کو شائع کیا جا رہا ہے۔

مخدومی ومطاعی حضرۃ الاستاذ المکرّم رزقکم اللہ صبرا جمیلا وعافیۃ کاملہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ابھی ابھی حضرت آغا جی نوراللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مقامہ کی وفات حسرت آیات کی خبر نوائے وقت میں پڑھی۔ جس بات کا اندیشہ تھا آخر ہو ہی گئی۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وانزل علیہ شئابیب رحمتک وبزد مضجعہ وادخلہ فی اعلی الجنۃ جنۃ الفردوس وارزقنا وارزق اھلہ صبرا جمیلا.**

اللہ تعالیٰ اس حادثۂ کبریٰ میں آپ کو صبر واستقامت عطا فرمائے، موت حق ہے آج وہ، کل ہماری باری ہے۔ لیکن حضرت آغا جی رحمۃ اللہ علیہ کی موت ایک عصر کا خاتمہ، عالَم کی موت، ایک گوشہ نشین محقق، ایک انتہائی بلند پایہ مصنف، ایک باخدا درویش، ایک مرتاض صوفی، ایک عارفِ یگانہ اور ایک عظیم شخصیت کی موت ہے، جسے زندگی میں زمانہ نے کما حقہ نہیں پہچانا اور نہ ان کی وہ قدر کی جیسا ان کا حق تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ علم و عرفان، عقل وذوق کا ایسا آمیزہ مدتوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔

سالہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید برون

ان کے مجاہدات، ان کی مخصوص کرامات، ان پر باری تعالیٰ کے مخصوص احسانات وخصائص تو دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہی رہیں گے کہ وہ اس جنسِ انمول کو دکھاوے سے گرد آلود نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان کی

مرنجان مرنج طبیعت، ان کے گونا گوں فضائل، ان کی محبت، فقیر پر خصوصی نوازشیں، ہر ایک سے بزرگانہ شفقت، دلبرانہ عتاب جب یاد آتا ہے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بہر حال زمانہ نے ایک فردِ وحید اور گوہرِ عجیب کو گم کر دیا۔ جن لوگوں نے حضرت قدس سرہٗ کو بے تکلفی کے عالم میں نہیں دیکھا وہ کیا جانیں کہ عالم کس آفتاب نور و برکت سے محروم ہو گیا۔ نہ صرف پشاور، نہ صرف پاکستان بلکہ پورا عالم اپنے ایک عظیم و بزرگ فرزند سے محروم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی ہر بشری لغزش و خطا کو ان کے جد امجد سید السادات شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور جنت میں اپنے دادا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ اور آپ کو اور عزیزم محمد اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اس حادثہ جانکاہ میں خود ہی آپ کا مونس و غمگسار ہو، اور ان کی برکات و فیوض اور ان کی روح پر فتوح کے فیضان سے آپ کو اور ہم سب کو ہمیشہ مالا مال رکھے۔ آمین

دل روتا ہے، آہ! وہ شفقتیں، بزرگانہ محبتیں، دل نوازیاں، ہمت افزائیاں، عطا و وفا کہاں ملے گی، رخصت اے مردِ درویش رخصت، الفراق الی یوم التلاق ۔

مملوٌفی الحیاۃ و فی الممات	لحقٌ انت احدی المعجزات
علیہ تحیۃ الرحمات تتریٰ	برحماتٍ غوا درائحات

صدمہ عظیم ہے، یہ اشکبار اس بارے میں پورا شریکِ غم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی غمگساری فرمائے اور آپ کو اس صدمہ پر اپنی انتہائی نوازشوں اور رحمتوں سے نوازے۔ انشاء اللہ کراچی میں حاضری پر تعزیت کی سعادت حاصل کروں گا۔ بندہ کے جملہ متعلقین اور آپ کے اور حضرت آغا جی مرحوم کے دسترخوانِ کرم کے شریک بہت بہت تعزیت و اظہارِ غم کرتے ہیں۔ میرے تمام عزیزوں کی طرف سے پرسۂ غم قبول فرمائیے۔

والسلام

شریکِ غم خاکپائے بزرگان ''محمد اشرف''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل کے بُرے خیالات اور وسوسوں کو معاف کر دیا ہے، ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا، جب تک ان پر عمل نہ ہو اور زبان سے نہ کہا جائے

(ادارہ)

تبصرۂ کتب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ کے بیانات کا مجموعہ ''نوائے درویش'' عنقریب منظرِ عام پر آرہا ہے۔ کتاب پر تقریظ حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ' مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے لکھی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے تقریظ کو پیش کیا جارہا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

ترجمہ؛ میرے دل میں ایسا درد ہے کہ اگر اسے بیان کروں تو زبان جلتی ہے، اور اگر سانس کھینچ لوں اور باہر نہ نکالوں تو ڈرتا ہوں کہ میری ہڈیوں کا گودہ جل جائے گا۔

اسلام کے خلاف جو کیپٹل ازم اور اشتراکیت کے عنوان سے زہریلے جراثیم پھیلائے جارہے ہیں اور اس کے لیے جو خطرناک اور پراسرار طریقے اختیار کیے جاتے ہیں ان سے مسلمان صرف غافل نہیں بلکہ خود انہی کو استعمال کیا جارہا ہے، جو نہایت افسوسناک صورتحال ہے اور اکثر مسلمانوں کو تو کوئی احساس تک بھی نہیں، اپنے عیش و عشرت کے حصول میں دن رات فکرمند اور سرگرداں ہیں۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس سلسلہ میں مشہور روحانی راہنما حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کا مجموعہ ظاہری و باطنی امراض کے معالج جناب محترم ڈاکٹر فدا محمد صاحب نے حسین انداز میں ''نوائے درویش'' کے نام سے مرتب کر کے ایک اہم فریضہ ادا کر دیا ہے جس کا مطالعہ ہر تعلیم یافتہ کے لیے اکسیر ہے۔ جدید انداز میں یہ کتاب اس سلسلہ میں تفہیم کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ اللہ کریم اسکو قبولیت عطا فرما کر امت مسلمہ کی مذکورہ خطرناک سازشوں سے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

حمید اللہ عفی عنہ (خادم الحدیث والافتاء، جامعہ اشرفیہ لاہور)

آدابِ گفتگو: مختلف جگہوں سے جو ٹیلیفون آتے ہیں، اول تو ان کا جذبہ ہوتا ہے کہ بندہ اُن کو آواز سے ہی پہچان لے۔ یہ بات بندہ کی عمر کے آدمی کے لئے جس کے کان بھی کمزور ہوں ناممکن ہے کہ ٹیلیفون پر آواز سے پہچان سکے۔ کئی ساتھی صرف نام بتا دیتے ہیں، جبکہ ایک نام پر سلسلہ میں کئی آدمی ہوتے ہیں، اس لئے نام سے پہچاننا بھی مشکل ہوتا ہے۔ لہذا یہ عرض ہے کہ ٹیلیفون کرتے وقت ساتھی اپنا مکمل تعارف کروادیا کریں۔ اس سے پہچاننے اور بات کرنے میں آسانی ہوگی۔ (ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

نصابِ تعلیم

حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہ

قومی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ پرائمری کے بچوں کے ذہنوں سے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے نصاب کو مختصر کیا جا رہا ہے۔اس سلسلے میں معاشرتی علوم کے مضمون میں اسلامیات پر بھی بحث ہو جائے گی۔لہٰذا اسلامیات کو نصاب سے نکال دیا جائے گا۔ذرا سا غور کیا جائے،تو اسلامیات ایک ایسا مضمون ہے جو بہترین معاشرتی علم بھی ہے اور اس پر بحث اردو میں ہوتی ہے۔یعنی اسلامیات کے ضمن میں اردو اور معاشرتی علوم دونوں کو (cover) کور کیا جا سکتا ہے۔پھر پاکستان جیسے نظریاتی ملک کے لئے سب سے اہم اسلامیات ہے۔اس کے بعد اردو ہے،اُس کے بعد معاشرتی علوم ہیں۔لہٰذا یہ نہ کیوں کیا جائے کہ اسلامیات کا نام باقی رکھتے ہوئے اس کے ضمن میں اردو اور معاشرتی علوم دونوں کو کور کر لیا جائے۔اس طرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ساری نظریاتی ترجیحات کا لحاظ ہو جائے گا۔مختلف ملکی ترتیبوں سے اگر آہستہ آہستہ اس طرح اسلام،اسلامیات اور اسلامی کے الفاظ کو نکالا جانا جاری رہا تو ہم نظریاتی مملکت کی جگہ ایک سیکولر ریاست کی طرف قدم بہ قدم روانہ ہو جائیں گے۔

تعزیت

۱۔حضرت مولانا اختیار الملک صاحب خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ

کی اہلیہ مبارکہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔موصوفہ الطیبات للطیبین کا مصداق تھیں۔انہیں اللہ نے حضرت موصوف اور سلسلہ کی خدمت کا ایک طویل دور نصیب فرمایا۔بندہ کو اللہ تعالیٰ نے تعزیت کے لئے حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔حضرت حاجی شیر حسن صاحب بوجہ عارضۂ دل حاضر نہ ہو سکے۔حضرت میر حاتم صاحب،حضرت مولانا نعمان صاحب اور حاجی خان بہادر صاحب بروقت اطلاع نہ ملنے کی وجہ سے نہ پہنچ سکے۔بہر حال سب حضرات حضرت اختیار الملک صاحب کے شریکِ غم ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔آمین

۲۔ صوبہ سرحد کے سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ اور سابق گورنر جناب عبدالحکیم خان

کی اہلیہ بقضائے الٰہی انتقال فرما گئیں۔پورا خاندان حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کا خاص معتقد ہے۔اُن کے صاحبزادے جناب بریگیڈئر اسد صاحب رسالہ ’غزالی‘ کے باقاعدہ قاری ہیں۔اسد صاحب کے صاحبزادے اویس صاحب جناب حاجی عبدالمنان صاحب سے بیعت ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرتِ تام نصیب فرمائے،اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل مرحمت فرمائے۔آمین

Emotions, Intellect & Guidance

(ڈاکٹر محمد طارق، ہیڈ شعبۂ فزیالوجی، کبیر میڈیکل کالج پشاور)

یہ مضمون ڈاکٹر طارق صاحب نے کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز پاکستان کے ایک تربیتی کورس میں پیش کیا۔ کورس میں شامل پشاور کے مختلف میڈیکل کالجوں اور ہسپتالوں کے ڈاکٹر صاحبان نے بہت تاثر لیا۔ تربیتی کورس کے نگران ریٹائرڈ سکواڈرن لیڈر پرویز بشیر صاحب نے مضمون کے بارے میں مندرجہ ذیل تاثرات کا اظہار فرمایا۔

Contents were very good and worth listening. The audience were interested and wanted to hear more.

ترجمہ: مواد بہت اعلیٰ اور سننے کے قابل تھا۔ سامعین دلچسپی لے رہے تھے اور مزید سننا چاہتے تھے۔

Ladies and gentlemen Assalam-o-alaikum. I feel honored to share my views with you. I was shocked by the news that one of our fellow doctor was shot yesterday by a police constable. Fortunately that fellow survived. But it made me think that uncontrolled emotions make one commit actions which has drastic effects on one's own life as well as the life of others. I am Doctor Tariq, I work as Assistant professor of Physiology at Kabir Medical College, Peshawar. I will talk about"emotions, intellect and guidance".

In the Holy Quran Allah Almighty says that I have created Jin and Humans Solely for my worship. So God has created the humans to worship Him. For the humans to live the whole universe has been laid down and the earth was selected for the stay of human beings. So task is to worship Almighty and man is he who will fulfill this task. For this purpose the man should

survive for a specific time and also the perpetuation of the specie should be ensured.To achieve this, Allah has empowered man with many powers. Three important of which are:

1.Anger,

2.Greed or Lust for More

3.Desire for Sex.

These three are emotions, which are influenced by external stimuli.

The power of rage and fury was given to the man in order to protect himself and his dependents from various potential external dangers.Every power used inappropriately leads to unwanted effects.

If the rage of person is not properly controlled and is out of bounds will lead to cruelty, barbarism and injustice, leading to deprivation of others from their rights.

On the other hand if it is not used when it is needed. The person who cannot use this power when indicated will deprive himself and his dependents of their due rights and others will try to grab their rights and harm them. Again this is an unwanted outcome.

So what is required is that this power should be trained properly to be used appropriately to get the due benefits and protect against undue harms. This is what are the teachings

and requirements of Islam.

Similarly the second power is Greed or lust for more. This was granted to man in order to get in to activities to get food, shelter and other utilities for himself and dependents. This is also useful if it is with in normal and required limits. If it exceeds normal limits then one will try to get and achieve money and other resources by every legal and illegal means.

On the other hand the person who does not have this power or is less than the required he will not even try for the normal living. That is again unwanted and not recommended. So this power should also be trained to use all possible lawful and legal means for achieving various resources.

The desire for Sex has been given to man in order to perpetuate his specie and maintain the continuity. If this lust exceeds limits then the person will try to satisfy it by any means and will indulge in illegal sexual practices, which is the cause of many social and medical problems. (like AIDS, Hepatitis and other sexually transmitted diseases).

And if this desire is less than normal then the person will not have the desire to make somebody his life partner and is again a sign of abnormality and will disrupt the continuity. So this desire should also be trained and used only legally.

So these are some of the emotions and "emotions" are one faculty working in man. This faculty is trying to satisfy various

demands of the body without caring for whether it is beneficial or hamful. The other faculty is "Intellect". This faculty decides about what is good and what is bad? What is beneficial and what is harmful? And then make a plan to act accordingly. But emotions when in full swing overpower the intellect and make commit acts, which will have very drastic results. So what is required is that emotions should be under the control of intellect. But intellect too at times commit mistakes. So that should be used in the light of teachings and Guidance. And the best teachings available are Islami Sharia. Hazrat Shah Abdul Aziz Dua Joo rehmat Ullah alaihi used to say

جوش ہوش کے تابع ہو اور ہوش شریعت کے تابع ہو

And to achieve this one should get attachment with a consultant of the field. That is should become a trainee and complete the course work under the supervision of an expert. The experts of this field are the Sofiaa (awlia-e-kiram).

May Allah enable us to use our emotions in the light of sharia. Amin.

جذبات، عقل اور رہنمائی

خواتین وحضرات اسلام علیکم۔ میں آپ لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بہت اعزاز محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے اس خبر سے بہت صدمہ ہوا کہ کل ہمارے ایک ساتھی ڈاکٹر کو ایک پولیس کانسٹیبل نے گولی مار دی۔ خوش قسمتی سے وہ بچ گیا مگر اس بات نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ بے قابو جذبات میں آدمی سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جن کے اُن کی اپنی زندگی اور دوسروں کی زندگی پر بہت خراب اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ میرا نام ڈاکٹر طارق ہے اور کبیر میڈیکل کالج پشاور کے شعبۂ فزیالوجی میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر کام کر رہا ہوں۔ میں "جذبات،

عقل اور رہنمائی" کے بارے میں بات کروں گا۔

قرآنِ کریم میں اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذّاریات:۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ انسانوں کے لئے پوری کائنات بچھائی گئی اور زمین کو انسان کے رہنے کے لئے منتخب کیا۔ اب کام اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور کرنی ہے انسان نے۔ اِس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ انسان خود ایک مقررہ وقت تک باقی رہے اور اُس کی نسل کا تسلسل بھی برقرار رہے۔ اس بات کو حاصل کرنے کے لئے اللہ جل جلالہٗ نے انسان کو کچھ طاقتوں سے نوازا۔ اُن میں سے تین اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ غصہ، غضب یا اشتعال

۲۔ حرص یا مزید کی چاہت

۳۔ جنسی خواہش (شہوت)

یہ تین جذبات ہین جو بیرونی عوامل سے اثر لیتے ہیں۔

قوتِ غضب انسان کو اس لئے عطا کی گئی تھی تا کہ وہ بیرونی خطرات سے اپنی اور اپنے متعلقین کی حفاظت کر سکے۔ ہر طاقت کے غلط استعمال کے غیر مطلوبہ اثرات سامنے آتے ہیں۔ اگر ایک آدمی کا غصہ صحیح طور سے قابو نہ ہو اور حدود سے تجاوز کر جائے تو یہ ظلم، بربریت اور ناانصافی کا باعث بنتا ہے۔ یہ دوسرے لوگوں کو اُن کے حقوق سے محروم کرتا ہے۔ دوسری طرف جو شخص ضرورت کے وقت قوتِ غضب کو استعمال نہ کر سکے تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو ان کے جائز حقوق سے محروم کر دے گا اور دوسرے لوگ اُن کے حقوق غصب کرنے اور اُن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ یہ بھی ایک غیر مطلوبہ نتیجہ ہے۔ چاہیے یہ کہ اس طاقت کی صحیح تربیت ہو، تا کہ اس کو جائز فوائد کے حصول اور غیر ضروری نقصان سے حفاظت کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ یہی اسلام کی تعلیمات اور تقاضے ہیں۔

اسی طرح دوسری طاقت حرص یا مزید کی چاہت ہے۔ یہ طاقت انسان کو اس لئے عطا کی گئی ہے تا کہ یہ کام میں لگ کر اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے خوراک، رہائش اور دوسری ضروریات کا بندوبست کرے۔ حدود میں رہتے ہوئے اس کا استعمال بھی مفید ہے۔

یہ نفسانی خواہش حدود سے تجاوز کر جائے تو آدمی ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت اور وسائل حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی میں یہ قوت نہ ہو یا مطلوبہ مقدار سے کم ہو تو وہ ضروریات کو پورا کرنے

کی بالکل کوشش نہیں کرے گا یہ بھی غیر مطلوبہ اور ناپسندیدہ بات ہے۔ پس اس طاقت کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وسائل کے حصول کے لئے تمام ممکنہ جائز اور قانونی ذرائع کا استعمال کی جاسکے۔

جنسی خواہش انسان کو نسل کا تسلسل برقرار رکھنے کے لئے عطا کی گئی ہے۔ اگر یہ خواہش حدود سے تجاوز کر جائے تو آدمی اس کو ہر ممکن طریقے سے مطمئن کرنے کی کوشش کرے گا اور ناجائز جنسی ترتیبوں میں پڑ جائے گا جو کہ کئی معاشرتی اور طبی مسائل (ایڈز، کالا یرقان (hepatits C) وغیرہ) کا باعث بنتی ہے۔ اور اگر یہ خواہش مقررہ حد سے کم ہو تو آدمی کو شریکِ حیات بنانے کی ہی خواہش نہیں ہوگی اور یہ بھی نقص کی علامت ہے۔ اس سے نسل کا تسلسل ٹوٹ جائے گا۔ چاہئے یہ کہ اس خواہش کی تربیت کی جائے اور صرف جائز محل پر استعمال کی جائے۔

یہ چند جذبات ہیں اور جذبات انسان کے اندر کام کرنے والا ایک ادارہ ہے۔ یہ ادارہ انسان کے بشری تقاضوں کو اچھے اور بُرے، نقصان اور فائدہ کا لحاظ کئے بغیر مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرا ادارہ عقل ہے۔ عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کیا اچھا ہے، کیا بُرا ہے؟ اور کیا مفید ہے اور کیا مضر ہے؟ پھر اس کے بعد ایک منصوبہ بنا کر اس کے مطابق عمل کرتی ہے۔ مگر اُبھرے ہوئے جذبات عقل کو مغلوب کر دیتے ہیں اور انسان سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں، جن کے بہت خطرناک نتائج ہوتے ہیں۔ تو چاہیئے کہ جذبات عقل کے تابع ہوں۔ مگر عقل بھی بسا اوقات غلطی کر جاتی ہے۔ اس لیے عقل تعلیمات اور رہنمائی کی روشنی میں استعمال ہو۔ بہترین تعلیمات شریعت اسلامیہ ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجوؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”جوش ہوش کے تابع ہو اور ہوش شریعت کے تابع ہو۔“

اس بات کو حاصل کرنے کے لیے آدمی کو اس میدان کے ماہر کے ساتھ تعلق قائم کرنا چاہئے۔ یعنی Trainee (تربیت لینے والا) بن کر ایک ماہر کی نگرانی میں نصاب مکمل کرے۔ اس میدان کے ماہرین صوفیاء (اولیائے کرام) ہیں۔

اللہ ہم سب کو اپنے جذبات کو شریعت کی روشنی میں استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ اخلاقِ رذیلہ کا مختصر علاج یہ ہے کہ تامل اور تحمل کیا جائے۔ یعنی جو کام کرے سوچ کے کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام لیا کرے۔ اطلاع واتباع یعنی اپنے احوال واعمال سے شیخ کو مطلع کرتے رہیں اور اس کی تجویز پر عمل کریں، انقیاد واعتماد یعنی اپنے شیخ کی اطاعتِ کاملہ کریں اور جو کچھ وہ کہے اس پر اعتماد کرے۔

(اشرف الجواب)

فریضۂ حج

(محمد الطاف حسین، لیکچرار اسلامیہ کالج)

حکومت کی طرف سے حج پالیسی ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء کا اعلان ہوگیا ہے۔اس بار حجاج کرام کی تقسیم مساوی طور پر کی گئی ہے، کہ آدھے حاجی حکومت اور آدھے نجی شعبے والے لے کر جائیں گے۔ساتھ ہی نجی شعبے میں کمپنیوں نے مقررہ محدود کوٹہ کے لیے حج ڈائریکٹریٹ میں درخواستیں دینا شروع کر دی ہیں۔اللہ تعالی اس عمل کو قبول فرمائے اور ملک کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔آمین

جیسے نماز، روزہ اور زکواۃ فرض ہیں اور ارکانِ اسلام ہیں اور دینِ اسلام کے ستون ہیں اسی طرح حج بھی رکنِ دین ہے۔ایسے ہی اس کی ادائیگی بھی لازم اور فرض عین ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم اور کریمانہ شان سے اس میں بہت آسانی اور سہولت عطا فرمادی ہے کہ جن کو بیت اللہ شریف (مکہ مکرمہ) تک جانے کی استطاعت ہو وہ فریضہ حج ادا کریں اور انہی پر فرض عین ہے۔دوسری سہولت یہ عطا فرمادی کہ اگر ایک شخص بہت ضعیف اور کمزور ہے یا کوئی بیماری ہے یا کوئی اور شرعی عذر درپیش ہے یا حج فرض تو ہوا تھا لیکن ادائیگی سے پہلے وفات پا گیا ہے تو اللہ تعالی نے اس کا بھی بندوبست فرما دیا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اسکی طرف سے حج بدل کی صورت میں ادائیگی کر دے اسکے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

شریعت کی تعبدی اعمال میں اللہ تعالیٰ نے بہت خیر و برکت اور لامتناہی دنیاوی واُخروی فوائد رکھے ہیں۔حج بھی اپنے ساتھ بے شمار دنیاوی واُخروی فوائد سمیٹے ہوئے ہیں۔حج کی اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ رکنِ دین اور فرض عین ہے۔

اسی طرح فریضہ حج کی ادیگی میں کوتاہی اور غفلت کا مظاہرہ کرنا بہت بڑے وبال اور اللہ تعالی کی ناراضگی کا باعث ہے۔آخرت میں عذاب اور دنیا میں بہت بڑی بے برکتی اور مختلف قسم کی بیماریوں اور مصیبتوں کے دروازے کھولنا ہیں۔ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں حج کی اہمیت، فضائل اور حج نہ کرنے والوں پر جو وعیدیں آئی ہوئی ہیں، مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔

فضائل:

۱۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اس طرح کہ اس میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے

پیٹ سے نکلا تھا۔

۲۔حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں تو صحابہؓ نے دریافت فرمایا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! نیکی والا حج کیا چیز ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کثرت سے کرنا۔

۳۔ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حج میں خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح سے ایک روپیہ کا بدلہ سات سو (روپیہ) ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے جس کا ثواب سات سو درجہ المضاعف ہوتا ہے۔

۴۔ حضرت جابرؓ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حاجی فقیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ لگا تار حج وعمرہ فقر اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسے آگ کی بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ لگا تار حج وعمرہ بُرے خاتمے سے بھی حفاظت کا سبب ہیں اور فقر کو بھی روکتے ہیں۔

۵۔ حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کیا عورتوں پر بھی جہاد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے۔

۶۔ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا کہ اسکے گھرانے میں سے چار سو آدمیوں کے بارہ میں قبول ہوتی ہے۔راوی کو شک ہوگیا کہ کیا الفاظ فرمائے تھے،اور یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ پیدائش کے دن تھا۔

۷۔ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو حج کا ارادہ کرے اسکو جلدی کرنا چاہیے۔

ایک حدیث میں ہے حج کرنے میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا عذر پیش آجائے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ بہترین حاجی وہ ہے جسکی نیت میں اخلاص ہو۔

اسی طرح کی بیسیوں احادیث حج کی اہمیت اور فضائل میں وارد ہوئی ہیں۔آگے کی چند سطروں میں

حج نہ کرنے، خصوصًا فرض حج نہ کرنے پر جو وعیدیں آئی ہیں وہ بیان کرتا ہوں۔

حج نہ کرنے والوں پر وعیدیں؛

۱۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ط وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ o (سورہ ال عمران)

ترجمہ؛" اور اللہ جل شانہ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان (یعنی بیت اللہ) کا حج (فرض) ہے اس شخص کے ذمہ ہے جو وہاں جانے کی سبیل رکھتا ہو اور جو منکر ہو تو (اللہ جل شانہ کا کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تمام جہان سے غنی ہے (انکو کیا پرواہ)۔"

علماء نے لکھا ہے کہ حج کی فرضیت کی ابتداء اسی آیت شریفہ کے نزول سے ہوئی ہے اور اس ایک ہی آیت شریفہ میں کئی وجہ سے تاکید اور حج نہ کرنے والوں پر عتاب ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص تندرست ہو اور پیسہ والا ہو کہ حج کو جا سکے اور پھر بغیر حج کیے مر جائے قیامت میں اس کی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد انہوں نے یہ اوپر والی آیت شریفہ ومن کفر آخر تک پڑھی۔

۲۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری کا انتظام ہو کہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ یہودی ہو کر مر جائے یا نصرانی ہو کر۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کی تائید میں وہ آیت پڑھی جو اوپر گزری۔

حضرت عمرؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے تین دفعہ فرمایا کہ ایسا شخص چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی مرے۔ حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمام شہروں میں اعلان کرا دوں کہ جو شخص باوجود قدرت کے حج نہ کرے اس پر جزیہ مقرر کر دیا جائے یہ مسلمان نہیں، مسلمان نہیں۔ جزیہ کافروں پر مقرر کیا جاتا ہے مسلمان پر جزیہ نہیں ہوتا۔ (تمام احادیث فضائلِ حج شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہ سے لئے گئے ہیں۔)

ان چند وعیدوں سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ادائیگی حج میں کوتاھی کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں اور منشاء شریعت کے عین خلاف اور اللہ تعالیٰ کی زبردست ناراضگی کا سبب ہے۔ لہٰذا اس فریضہ کی ادائیگی میں سستی اور لاپرواہی شریعت کے ایک بہت بڑے رُکن کو نظر انداز کرنا ہے جو کسی طور بھی قابل

قبول نہیں ہے۔حج نہ صرف رکن اسلام ہے بلکہ شعائرِ اسلام میں سے ہے یعنی اُن اعمال میں سے ہے جن سے اسلام، اسلامیت اور اسلام کی شان وشوکت نمایاں ہوتی ہے اور ان سے مسلمانوں کی پہچان ہوتی ہے لہٰذا شعائرِ اسلام چاہے نفل اور مستحب کی صورت میں ہوں تب بھی انکا قائم رکھنا اور انکے قائم رکھنے کے لئے بھرپور کوشش کرنا لازمی بات ہے اور پھر حج سبحان اللہ! کہ شعائرِ اسلام میں سے ہونے کے علاوہ فرض واجب ہے تو اسکا قائم رکھنا تو تمام عالم اسلام پر لازم ہے اور اسکا قائم رکھنا یہی ہے کہ بروقت اسکی ادائیگی کا سامان کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ کی تعداد میں لوگوں کی بیت اللہ شریف پر حاضری ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگ وہاں جاکر حج اور عمرہ ادا کرتے رہیں، کیوں کہ منشاء شریعت تو یہی ہے کہ بار بار بیت اللہ شریف پر حاضری ہو اور ایک بار کا فرض کرنا تو اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر شفقت ومحبت کی وجہ سے ہے کہ ہر شخص کی اتنی وسعت اور استطاعت نہیں ہوتی یا بعض مجبوریوں کی وجہ سے بار بار حاضر نہیں ہو سکتے۔

صاحبِ استطاعت ہوتے ہی اور بغیر کسی شرعی عذر کے فوراً اپنے حج کا بندوبست کرنا اور اس کوشش میں لگنا، یہ بھی حج کی ادائیگی کے ضابطہ کی کاروائی میں شمار ہوتا ہے اور اس پر حج کا اجر وثواب شروع ہو جاتا ہے۔اب اس میں تاخیر کرنا گناہِ کبیرہ ہے جتنی اس میں تاخیر کرتا ہے کوئی شخص، یا تاخیر کی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلسل توبہ استغفار کرتا رہے اور اسکی تلافی کی واحد صورت یہی ہے کہ فوراً اپنے لیے حج کا
بندوبست کرے۔اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور حج جیسی عظیم سعادت سے بار بار بہرہ مند فرمائے اور حرمین شریفین کی برکتوں اور نعمتوں سے بار بار مالامال فرمائے۔آمین

ہمارے سلسلے اور ادارہ اشرفیہ عزیزیہ نے جہاں دین کے دوسرے شعبوں یعنی درس وتدریس، تعلیم وتعلم، دعوت وتبلیغ، بیعت وتلقین معاشی شعبہ، خانقاہی نظام کا اجراء، خدمتِ خلق وغیرہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اور دے رہا ہے اور ہر میدان میں پختہ کار اشخاص ورجالِ کار فراہم کر رہا ہے جو حضرت والا (حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ) کی انتھک محنت، کاوش، فہم وفراست اور دوراندیشی کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں جنکی وجہ سے اندرون ملک اور بیرون ملک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور لطف وعنایت سے نمایاں تبدیلیاں لوگوں کی زندگیوں میں آرہی ہیں۔ الحمدللہ!

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ پر اللہ تعالیٰ کے عنایات روز افزوں ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کو ایک اور عظیم خدمتِ دین اور خدمتِ خلق کا شرف حاصل ہو رہا ہے اس سال ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء کو ادارہ نے حضرت والا کی دعاؤں سے حضرت ڈاکٹر سیار صاحب (خلیفہ ارشد ڈاکٹر صاحب) کی سرپرستی میں حجاج کرام کی خدمت کے لیے ’’کاروان درویش حج وعمرہ سروسز‘‘ کے نام سے ایک کمپنی قائم کردی ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۱ پر)

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (پہلی قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دارالعلوم جامعہ رحمانیہ مینئ، صوابی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

تواضع کی حقیقت:

تواضع عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں ذلیل ہونا، عاجزی اختیار کرنا، خاکسار ہونا۔ (مصباح اللغات، ص ۹۵۱)

''یعنی اپنے آپ کو کم درجہ سمجھنا''۔ اپنے آپ کو کم درجہ والا کہنا تواضع نہیں، جیسا کہ آج کل لوگ تواضع اس کو سمجھتے ہیں کہ اپنے لئے تواضع اور انکساری کے الفاظ استعمال کر لیے مثلاً اپنے آپ کو 'احقر'' کہہ دیا'' ناچیز، ناکارہ'' کہہ دیا یا 'خطا کار' یا 'گناہ گار' کہہ دیا اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ کے استعمال کے ذریعے تواضع حاصل ہوگئی۔ حالانکہ اپنے آپ کو کمتر کہنا تواضع نہیں بلکہ کمتر سمجھنا تواضع ہے۔

''تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو لاشئ سمجھے اور اپنے آپ کو ہیچ سمجھ کر تواضع کرے، اپنے آپ کو رفعت کا اہل نہ سمجھے اور سچ مچ اپنے کو مٹانے کی کوشش کرے۔'' (بصائر حکیم الامت، شریعت وطریقت)

یہ سمجھے کہ میری کوئی حیثیت نہیں بلکہ میں جو کوئی اچھا کام کر رہا ہوں تو یہ محض اللہ پاک کی توفیق سے ہے، یہ اس کی عنایت اور مہربانی ہے، اس میں میرا کوئی ذاتی کمال نہیں۔ جب یہ حقیقت حاصل ہو جائے تو اس کے بعد زبان سے چاہے اپنے آپ کو حقیر، ناچیز یا ناکارہ کہے یا نہ کہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جو شخص تواضع کی اس حقیقت کو حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند مقام عطا فرماتے ہیں۔

تواضع کی اہمیت:

تواضع اتنی اہم چیز ہے کہ اگر کسی انسان کے اندر تواضع نہ ہو تو یہی انسان فرعون اور نمرود بن جاتا ہے، اس لیے کہ جب دل میں تواضع کی صفت نہیں ہوگی تو پھر تکبر ہوگا۔ دیکھئے اس کائنات میں سب سے پہلے نافرمانی ابلیس نے کی، اسی نے نافرمانی کا بیج بویا، اس سے پہلے نافرمانی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ابلیس کی نافرمانی کی بنیاد بڑائی اور خود پسندی ہے۔

قرآن پاک اور احادیث نبویہ ؐ میں تواضع کے بڑے فضائل آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے قدم بقدم تواضع ٹپکتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چلنا پھرنا، مصافحہ کرنا، کھانا اور پینا تواضع اور

فنائیت سے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔اور پھر آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اختارھم اللّٰہ لصحبة نبیه** (ترجمہ: ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کے لیے چنا) انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر صفت کو بدرجۂ اتم اپنایا۔ان کی زندگیاں تواضع کا عجیب مظہر ہیں۔اسی طرح ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں نے اس صفت کو اپنایا ہے۔ماضی قریب میں ہمارے علمائے دیوبند کی زندگی ہمارے لیے ایک عملی نمونہ ہے۔

مولانا محمد ذکاء اللہ فرماتے ہیں: تواضع اور تکبر آپس میں متضاد ہیں، جو حرکات وسکنات متکبر کرتے ہیں متواضع ان کے خلاف کرتے ہیں۔جو انسان اپنی ہستی اور خدا کو پہچانتا ہے وہ یہ خوب سمجھتا ہے کہ بڑائی اور تکبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، مجھ مشت خاک وناپاک کو کبر زیبا نہیں، میں نہایت عاجز اور ناتواں ہوں، حسن، مال، دولت کوئی چیز ایسی نہیں جس پر مجھے تکبر ہو۔جو چیز بھی میرے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے ،آج ہے اور کل کی خبر نہیں۔جو بندگانِ خدا ہیں وہ تواضع کیا کرتے ہیں اور جو خدا سے دور ہیں وہ غرور کیا کرتے ہیں۔

شیوۂ خاکساری حسن افعال کا آب ورنگ ہے اور صفات کمال کی معراج، سربلندی کا دُرِّ تاج، گوہر کی نشانی اور اصالت جوہر کی برہان، آتشِ عناد کی مسکّن، سلسلہ داد کی محرک، کینوں کے گرد جاروب، سینوں کے آئینے کی صیقل، بادشاہ وگدا دونوں کی جامۂ زیبندہ اور ہر چھوٹے بڑے کی زینت ہے۔خاکساری دیدۂ دشمن میں خاک ڈالتی ہے اور فلاحِ عاقبت کا دروازہ کھولتی ہے۔متکبر یہ گمان کرتا ہے کہ فروتنی اور خاکساری کا شیوہ باعث ذلت وخواری ہوتا، حالانکہ اس کا یہ خیال غلط ہے،اسی سے بلندی اور سرفرازی ہے اور اسی سے عزت،وقعت اور ارجمندی ہے۔تواضع وافگندگی کی صفت مورث سعادت وفرخندگی ہوتی ہے۔جیسا کہ پانی میں ستارے کا عکس اس کی پستی کا سبب نہیں ہوتا ایسے ہی بزرگوں کی فروتنی باعثِ کسرِ شان نہیں ہوتی۔جیسے دھوئیں کو بلند ہونے سے بلندی نہیں ملتی ایسے ہی سفلوں کو گردن کشی کے دعوے سے مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔(مکارم اخلاق،مولانا ذکاء اللہ دہلویؒ،۴۴۵)

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تواضع وخاکساری اور دنائت وپستی میں بڑا فرق ہے۔تواضع اور خاکساری کا منشاء یہ ہے کہ انسان میں کبر اور غرور پیدا نہ ہو اور وہ ہر دوسرے شخص کی عزت کرے۔جبکہ دنائت وپستی کا مطلب یہ ہے کہ بعض

ذلیل اغراض کے لیے اپنی خودداری کو کھودے۔ چنانچہ جہاں خاکسارانہ روش سے انسان کا ضعف ظاہر ہو وہاں اسلام نے عارضی اور نمائشی طور پر خوددارانہ کبر وغرور کا حکم دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ جب عمرہ کے لیے آئے تو چونکہ مدینہ کے وبائی بخار نے انھیں کمزور کر رکھا تھا اس لیے کفار نے طنز کیا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ضعف کی وجہ سے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکتے۔ اس پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ طواف کے تین چکر اکڑ کر کریں تاکہ مشرکین پر ان کی طاقت کا اظہار ہو۔ (مسلم، کتاب الحج)

بہرحال اسلام میں خاکساری ایک شریفانہ خُلق ہے اور ضعف، ذلت، بیچارگی اور بے سروسامانی سے مختلف ہے۔ ضعف وذلت سے انسان پست رتبہ ہو جاتا ہے لیکن تواضع اور خاکساری اس کو بلند رتبہ بنا دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص خدا کے لیے تواضع اور خاکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیتا ہے۔'' (کنز العمال: ج۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص عمدہ کپڑا پہننے کی استطاعت رکھتا ہے لیکن وہ خاکساری کی وجہ سے اسے نہیں پہنتا تو خدا تعالیٰ اس کو سب کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ ایمان کا جو حلّہ پسند کرے پہن لے۔

غرض تواضع کا حکم صرف اس لیے ہے کہ کوئی شخص اپنی قوت اور دولت کا بے جا استعمال نہ کرنے پائے، جس سے غریبوں اور کم استطاعت لوگوں کا دل دکھے۔ تواضع کا مقصد معاشرہ کے اندر خوشگوار لطافت پیدا کرنا ہے اور یہی لطافت ہے جو ایک خاکسار اور متواضع شخص کی چال ڈھال سے اور بات چیت تک سے ظاہر ہوتی ہے۔ (سیرت النبی: ج۲)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ لکھتے ہیں:

انسان اگر خدا کی معرفت ورضا یا مخلوق پر رحم وکرم کی خاطر اپنے اصل درجہ اور رتبہ سے کم پر راضی ہو جائے یا خود کو پست کر دے، اس فضیلت کا نام تواضع ہے۔ ذلت اور تواضع میں بڑا فرق ہے اس لیے کہ ذلت ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں انسان اپنے حظِ نفس کی خاطر اپنی ذلت اور رسوائی اور نفس کی اہانت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تواضع اور ذلت میں فرق یہ ہے کہ تواضع خدا کی ذات وصفات کی معرفت، اس کے جلال وجبروت کے علم اور اپنے نفس کے عیوب ونقائص کے علم سے پیدا ہوتی ہے، جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں انکسارِ قلب اور مخلوق کے حق میں رحم ونیازمندی کے ساتھ جھک جانے کا نام ہے۔

اور جو پستی اور اہانت، حظوظِ نفس کی خاطر خودداری اور عزت نفس کو مٹا کر اختیار کی جاتی ہے اُس کا نام ذلت ہے۔ (اخلاق اور فلسفۂ اخلاق: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ص ۵۰۸)

(باقی آئندہ)

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کے زیرِ اہتمام روحانی مجالس

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کے زیرِ اہتمام ۳،۴ جولائی کو بُونی (چترال) میں روحانی مجالس منعقد ہورہی ہیں۔ اس سلسلے میں اصلاحِ نفس، ذہنی اور روحانی اُلجھنیں زیرِ بحث آئینگی، جن کا حل قران وحدیث کی روشنی میں پیش کیا جائے گا، اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کی ترتیب کے مطابق ذکر کے ذریعے روحانی تربیت کے بارے میں راہنمائی کی جائے گی۔ آپ سے اس میں شرکت فرمانے کی درخواست ہے۔ مقامی مشائخ وعلماء کے علاوہ حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ اور حضرت مفتی فدا محمد صاحب شیخ الحدیث دارلعلوم جامعہ رحمانیہ مینیؒ (خلیفۂ مجاز حضرت مفتی فرید صاحب دامت برکاتہم) تربیتی خطاب فرمائیں گے۔

اس سلسلے میں آپ کی شرکت ہمارے اور آپ کے لئے دنیا وآخرت کی سعادت کا باعث ہوگی۔

پروگرام انشاءاللہ

پیر ۳ جولائی ۲۰۰۶ء	فجر تا اشراق مجلس	حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ
	چاشت تا زوال	تعلیم
	عصر تا مغرب	حضرت مفتی فدا محمد زید مجدہٗ
منگل ۴ جولائی ۲۰۰۶ء	فجر تا اشراق بیان و وقفۂ سوال جواب	حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ
	چاشت تا زوال	تعلیم
	عصر تا مغرب	حضرت مفتی فدا محمد زید مجدہ

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور